[illegible] مسلمانوں کے خیرخواہ ہوسکتے ہیں ؟ چہ جائیکہ انھیں ولی اللہ تسلیم کیا جائے۔

[illegible] کے مریدوں میں حجام اور جولاہے شامل تھے اور وہ سانپ کے کاٹے کا منتر جانتا تھا صفحہ ۲۹۰ یہ عجیب بات ہے کہ وہ خود سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہوا اور خود اس پر کوئی منتر کارگر ثابت نہ ہوا صفحہ ۲۹۰۔

شرافت صاحب نے صفحہ ۱۸۰۹ پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان کا شجرۂ نسب حضرت علیؓ کے غیر فاطمی فرزند عباسؓ سے جا ملتا ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے شریف التواریخ میں جا بجا اپنے نام سے پہلے سید لکھا ہے۔ وسطی پنجاب کے باشندے حاجی نوشہ کو گکھڑ بتاتے ہیں، لیکن ان کے احفاد نے اپنا نسب عباس بن علیؓ سے جا ملایا ہے۔

لاہور میں لٹن روڈ پر "جمعیت قریش" کا بورڈ آویزاں ہے۔ یہ دراصل بڑے قصائیوں کی ایک انجمن ہے۔ چند سال ہوئے قصائیوں نے اعلان کیا تھا کہ انھیں قصائی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قصیٰ بن کلاب کی اولاد ہیں۔ سبحان اللہ کیا منطق ہے ؟ دہلی کے استاد چاند خاں کی ایک کتاب "موسیقی حضرت امیر خسرو" کے عنوان سے دہلی میں چھپی ہے۔ اس کے دیباچے میں انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ میراثی عرب النسل ہیں۔ انھوں نے اس کی یہ دلیل دی ہے کہ میراثیوں کو لوگوں کے شجرے یاد ہوتے ہیں اور یہ عربوں کا مخصوص فن ہے اس لئے میراثی عرب کے باشندے ہیں۔ اسی لئے اب بعض میراثی خود کو قریشی کہلانے لگے ہیں۔ آنحضورؐ نے نسب بدلنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

شرافت صاحب اپنے جد امجد حاجی نوشہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر دو لاکھ افراد نے اسلام قبول کیا تھا صفحہ ۱۶۳ ان کا یہ دعویٰ بھی

ان کے دوسرے دعاوی کی طرح محتاج ثبوت ہے۔ اسی بزرگ کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ اپنے مریدوں سے اصرار کرکے سونے کے کڑے بطور نذر لیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی قبر کو اللہ تعالیٰ اپنے انوار سے منور فرمائے۔ موصوف کیا اچھی بات تحریر فرما گئے ہیں کہ وہ ایسے پیر کو اچھا نہیں سمجھتے جو اپنے مریدوں سے ٹکے وصول کرتے ہیں۔ لیکن یہاں تو طلائی کڑوں کی وصولی کا مسئلہ ہے۔

شرافت صاحب نے مؤسس سلسلہ نوشاہیہ حاجی نوشہ کے بہتر خلفاء کے نام شریف التواریخ میں درج کئے ہیں، ان میں سے کئی خلیفے مجہول الاسم ہیں مثلاً: زینی، فتنا، عاج، جادو رائے، رام رائے، چھنو، گھکّا، جبیا، جاریا، قندو، فضلا، سوہندا، مجّاں، آلہیا، بیگا ماچھی، قطبا، بلو ناٹے، خیرا، بھلو، شاہو موچی، صاحبو، متا، چوہڑ، بیگنا اور ویگا ص۱۱۵۔ اسی طرح اس فہرست میں کھیون بافندہ، بجومل، مولراج، نہالا، جھنڈا مزارعہ، بھیرو فقیر میاں منگا، نور محمد نجار، ہنداں قوال، شیخا رانجھا اور جیون حجام کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ اس پر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کا سلسلہ انٹرنیشنل سلسلہ ہے۔

یہ تبصرہ لکھا جا چکا تھا کہ شریف التواریخ کی مزید دو جلدیں چھپ کر بازار میں آگئی ہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی ان پر بھی تبصرہ کروں گا۔

شاہ نور اللہ بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کے ایک نامور و عظیم المرتبت خلیفہ و شاگرد)

مسعود انور علوی کاکوروی (ایم اے علیگ)

قارئین برہان کے ملاحظہ سے ماہ اپریل و ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۲ء میں حضرت ولی نعمت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے دو جلیل القدر اور آئینۂ کمال خلفاء حضرت شیخ محمد عاشق پھلتیؒ اور حضرت حافظ عبدالنبیؒ کے احوال و افادات گذرے ہوں گے۔ زیر نظر مقالہ میں اُن کی دلچسپی کے واسطے حضرت محدث دہلویؒ کی شخصیت کے آئینہ دار، دست راست اور مخصوص خلیفہ و شاگرد مولانا شاہ نور اللہ بڈھانویؒ کے حالات و افادات مختصراً پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ راقم السطور کی نظر سے مولانا موصوفؒ کا تفصیلی حال بجز ان کے برادر طریقت شیخ محمد عاشق پھلتیؒ کی تالیف القول الجلی کے کسی تذکرہ میں نہیں گزرا۔

حضرت حکیم الامتؒ کے عہد کے حالات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس "قائم الزماں" شخصیت سے متعلق اور وابستہ رہنے والا ہر ہر شخص اپنی اپنی جگہ ایک "شمس بازغہ" ہو کر چمکا اور اپنی یا فرض ادا کرتے ہوئے "ذرہ آفتاب تابانیم" کے نعرے بلند کیے، اعلائے کلمۃ الحق میں سینہ سپر ہو کر کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہ کی اور اپنے عہد کی روحانی و ذہنی انقلاب کی عکاسی کرتے ہوئے اس کے ۱۸۵۷ء تک برابر قائم رکھا یہاں تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تعلق اور ربط تھا ان [illegible]

وہ خلوص و اتحاد جو ان کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا اور طریقت و حقیقت میں کمال جہاں آراء کے مدار [illegible] تھے باوجود غور کرنے کے دوسروں میں کم نظر آتا ہے ان کے باہمی اتحاد و محبت کے متعلق [illegible] الجلی رقمطراز ہیں۔

" ازانجملہ محبت مفرط درمیان یکدیگر ..... و طلب چیز ہائے یکدیگر چہ در دنیا و چہ در آخرت و چہ در غیبت و چہ در حضور گویا یک تن اند و یک جاں ہے[1]

" وہ آپس میں انتہائی محبت و خلوص رکھتے ہیں اور ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں اور اشیاء کی طلب میں خواہ دینی ہو یا دنیوی ہر شے میں شرکت پسند ہیں۔ غرضکہ یگانگت اور اتحاد قلبی میں ایک ہی جسم و جان ہیں "

آپ کا نام نور اللہ بن معین الدین ہے۔ مؤلف " القول الجلی " نے آپ کو ان القاب سے یاد کیا اور ان اوصاف سے سراہا ہے:

قدوۂ طالبان راہ و عمدۂ سالکان حق آگاہ عالم الفروع والاصول جامع المعقول والمنقول صاحب الذوق والوجدان کامل المعرفۃ والایقان عرفان پناہ شاہ نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کہ از قدمائے اصحاب و کملائے احباب و بہین خلیفہ حضرت ایشاں اند[2]

طالبان راہ کے خلاصہ سالکان حق آگاہ کے سر [illegible] واصول کے عالم، معقول و منقول کے جامع صاحب ذوق و وجدان، یقین و معرفت میں کامل عرفان پناہ شاہ نور اللہ سلمہ جو حضرت [illegible] کے قدیم ساتھی اور مخلص دوست نیز آپ کے [illegible] کبیر ہیں۔

آپ کی تاریخ و سن ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ مؤلف " قول الجلی " [illegible] ہیں۔ آپ بھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں تھے نیز قدیمی [illegible] کے [illegible] حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ کے استاد اور ان کے خسر تھے۔

ابتدائی کتابیں حضرت شاہ صاحبؒ کی والدہ کے ماموں شیخ عبد الحق [illegible]

---

[1] القول الجلی ... [illegible]

[illegible] خال مکرم شیخ عبداللہ صدیقی سے اور علوم متداولہ کی تکمیل خود حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے کی۔ طبیعت میں کمال استقامت تھی اور کلموا الناس علی قدر عقولہم کے مصداق تھے۔ نہایت حلیم، نرم خو، حلیم و بردبار تھے۔ طبیعت میں بڑا اعتدال تھا۔ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقتصادی اعتبار سے کچھ زیادہ خوش حال نہ تھے۔ اپنی طالب علمی کے دوران نواب شمس الدولہ ظفر خاں کے مدرسہ میں وظیفہ یاب رہے۔ انھیں ایام میں ایک روز حضرت شاہ عبدالرحیم رح کے مزار پر شاہ صاحب رح کے متصل بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے بموجب اشارہ صاحب مزار کے ان کو بیعت کا حکم دیا۔ آپ نے اس کو نعمت من نعمات اللہ سمجھ کر قبول کیا اور اسی وقت شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ رفتہ رفتہ مرشد برحق کی رہنمائی میں اشغال طریقت حاصل کیے اور ان کی رہبری میں سلوک کی راہیں طے کیں۔ مرشد برحق نے جب آپ کی عالی ظرفی و بلند ہمتی ملاحظہ فرمائی اور قلب و نظر کے تقاضوں کو محسوس کیا تو ظفر خانی وظیفہ ترک کرنے اور مکمل فقر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ باوجود اس کے کہ یہ وظیفہ محض والدہ ماجدہ کی خدمت کے لیے اختیار کیا تھا لیکن مرشد برحق کے حکم پر بلا چون و چرا سر تسلیم خم کر دیا۔ ملازمت سے سبکدوش ہوئے اور لباس فقر یعنی کفنی پہن لی اور حضرت اقدس قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت مندان میں داخل ہو کر کمالات باطنی سے [illegible] اور وقتاً فوقتاً بہرہ اندوز ہونے لگے۔ ابتدا میں علمی مناظروں کے بہت شائق تھے اور مجالس مناظرہ میں اپنی حدید الذہنی اور لیاقتوں کی بدولت شریک رہتے تھے لیکن پھر مرشد برحق کے حکم کے مطابق ان کو ترک کر دیا۔[1]

مرشد کامل کے پہلے سفر حج کے موقع پر منجملہ دیگر ہمراہیوں کے آپ بھی شریک سفر رہے اور اس سفر میں آپ نے جس محنت و تندہی اور جفاکشی سے تمام رفقاء کی خدمات انجام دیں اور سفر کی مشقتوں [illegible] انھی خدمات اور فضل و کمال کی بدولت ہر وقت مرشد برحق کی [illegible] عنایات اور شفقت و التفات سے منظور نظر و مستفیض ہوتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی سیرت و کردار کا

[1] ص: ۴۳۹۔

ہلی دہلی

ئینہ کامل بن گئے۔ اس مبارک سفر سے واپسی کے بعد جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبہ
ے تو آپ کو از خود بموجب الہام الٰہی خرقۂ خلافت عطا فرمایا در منظہری کا حکم
اطنی کے ارشاد پر مقرر فرمایا یہ واقعہ ۱۱۳۶ھ کا ہے۔ ان کے ایک شاگرد نے بدعا ہیں کی تاریخ
مصرعہ" اے آمدنت باعث آبادی ما" سے نکالی۔ [1]

غرضکہ جمال ہمنشیں کی ہمہ وقت صحبت نے جلوۂ حقیقت سے بالواسطہ اور بلاواسطہ شناسا کیا اور اس تعلق اور ربط خاص کی بدولت محبت قلبی اور عنایت نے دن بدن اضافہ کیا اور ایک ایسا لگاؤ پیدا کر دیا جس نے ان کی نگاہوں میں اسرار و رموز کو بے نقاب کر دیا۔ مرشد برحق ایک مکتوب میں اپنے باکمال مرید کی وقعت و اہمیت کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"اگر بجانب شما نظر کردہ می شود سرورے دیگر برروئے کار می آید لطیفۂ خفیہ آگاہ و ست و قلب نیز مست، در اصل فطرت افتادہ است و در اصل جبلت استقامتے و متانتے دارید و ترک التفات بہ دنیا خود جبلت شما است۔ [2]

جب بھی تمہاری طرف نگاہ اٹھتی ہے ایک نیا ہی سرور حاصل ہوتا ہے۔ تمہارا لطیفۂ قلبی خفیہ آگاہ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ قلب بھی مست ہے۔ تمہاری فطرت میں استقامت اور متانت بھری ہوئی ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور بے التفاتی تو تمہاری فطرت ہے ہی۔

مرشد برحق کی ان عنایات کی بدولت تمام خلفاء میں آپ قابل رشک تھے۔ صاحب قول الجلی ایک دوسرے مقام پر آپ کے بارے میں اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں:

"در تحمل و بردباری مرتبہ رفیع حاصل نمودہ وجود ایشان گویا حلم مجسم است کہ خشونت مزاج دخلے ندارد، صفت عدالت در نہایت کمال

تحمل و بردباری میں بلند مقام حاصل کیا ہے ان کا وجود حلم کا پیکر مجسم ہے جس میں خشکی مزاج کا نام کو نہیں ہے صفت عدالت نہایت باکمال تھی

[1] ص: ۴۴ - [2] جلد: ۲ - ۱۴۱

[...] مکاتبات و تقریر و تحریر و مباحث علمیہ اعتدال مرعی می دارند که [...] در معرفت مقدار [...] آن قولاً و فعلاً بر رتبہ [...] در دیگرے یافتن محال است۔ باعتقاد بندهٔ کاتب موصوف در حسنِ اخلاق و آداب یاقتِ امامت بایشان مسلّم است[1]

نوشت و خواند خط و کتابت تقریر و تحریر اور مباحث علمیہ میں ایک خاص اعتدال ملحوظ رکھتے ہیں جس سے بہتر ممکن نہیں۔ نیز معرفت میں قولاً و فعلاً ایسے مرتبہ پر فائز ہیں جو دوسرے کے لیے محال ہے۔ بندہ کاتب کے حسن اخلاق حسن آداب اور لیاقتِ امامت کے سلسلہ میں مسلّم ہے۔

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

وجودِ مسعودِ ایشان از عطایائے الٰہیہ است کہ غنیمتش باید شمرد۔[2]

ان کا مبارک و مسعود وجود اللہ کی بڑی نعمت ہے جس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

مرشد برحق سے فیوضاتِ باطنی حاصل کرنے میں آپ بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ ذیل میں آپ کے چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں جن سے آپ کی محبت ذاتی اور حالت باطنی پر روشنی پڑ رہی ہے۔

Accession Number. 84686
Date 16.6.86

خواجہ محمد امین کشمیری ولی اللّٰہی بیان کرتے تھے کہ:

در واقعہ دیدم کہ گویا حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم بدست مبارک خود بر پارچہ کاغذ ثبت فرمودند کہ دریں زمانہ شخصے ازیں طائفہ کہ در صحبت او بنشیند میاں نور اللہ است[3]

میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ایک کاغذ پر تحریر فرمایا کہ موجودہ عہد میں ایسا شخص جس کی صحبت میں لوگ بیٹھیں اور فیض حاصل کریں وہ میاں نور اللہ ہیں۔

خود شاہ نور اللہ بڈھانوی بیان کرتے تھے کہ:

بگشتہ در نماز مغرب بودم کہ بعض اخلاق و شمائل

ایک بار نماز مغرب میں حضرت اقدس مدظلہ العالی کے

---

[1] ص: ۴۴۱ [2] ص: ۴۴۳ [3] ص: ۴۴۲

حمیدہ حضرت اقدس مدظلہم العالی متصور شدند
وازیں جہت اطمینان و سرور در قلب دتخیلہ
قرار یافت من بعد در تخیل آمد کہ حضرت اقدس
مرتبہ جامعیۃ دارند شاید کہ استمداد از جناب
ایشاں در ہر امر جزئے چنداں مفید نباشد باز
در دل رسید کہ استمداد از جناب معظم در ہر امر
فائدہ می دارد و در لحاظ ہر مقصدے اثرے
می بخشند گو کہ توجہ عالی بداں سو مصروف باشد
یا نباشد باز عقب ایں عالم ملائیک کہ بتدبیر
عالم موکل اند متصور شدند و فیما بین خود کلامے
دارند و از ایشاں صدائے می آید ہم چو صدائے
ہنگامہ کہ از بعید مسموع می شود بے آں کہ
کلمات مفہوم شوند پس گوش داشتم کہ بشنوم اما
از انتظام عالم ہم چیزے ذکر می کنند پس اداز
لفظ اصلح در خیال رسید و بس۔ لہ

صفات حمیدہ متصور ہوئے جس کی وجہ سے
اطمینان و سرور حاصل ہوا۔ دل میں یہ خیال آیا کہ
حضرت اقدس مرتبہ جامعیت رکھتے ہیں اس لیے
ہو سکتا ہے کہ آپ سے ہر جزئی معاملہ میں استمداد
اتنی مفید نہ ہو لیکن پھر خیال آیا کہ نہیں آپ سے
ہر معاملہ میں استمداد مفید ہے اگرچہ آپ اس طرف
اپنی توجہ عالی مصروف کریں یا نہ کریں اس کے
بعد وہ فرشتے جو تدبیر عالم پر موکل ہیں آپس
میں بات چیت کرتے متصور ہوئے۔ ان سے
ایک ایسی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے
دور سے شور و غل کی ہوتی ہے لیکن
باتیں سمجھ میں نہیں آتیں میں نے اس کے سننے
کے لیے کان لگائے کہ سنوں کیا عالم کے
متعلق کوئی گفتگو کر رہے ہیں تو صرف لفظ "اصلح"
سمجھ میں آیا۔

ایک بار اپنی بعض مجبوریوں کے باعث مرشد برحق کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تو بذریعہ عریضہ اپنا حالِ دل اور اس سعادت سے محرومی اور اس پر اپنا تاسف تحریر کیا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "تمہاری مجبوری معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں کو دور بھی فرمادے گا۔" اس کے علاوہ اور بھی بہت سی محبت آمیز باتیں مرید صادق کے حق میں فرمائیں۔

شاہ نور اللہ رح بیان فرماتے تھے کہ "اس نسبت نے میرے وجود عنصری میں اس طرح سرایت کیا

لہ ص: ۶-۴۴۵-